بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

خالد شریفؔ

دل نشیں و پیغام رساں اہل قلم

حضرت مولانا ریاست علی ظفرؔ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

استاذ حدیث و ادب ام المدارس دار العلوم دیوبند

۲۳؍شعبان المعظم؍۱۴۳۸............۲۰؍مئی ۲۰۱۷ء۔۹؍۱۹۴۰

از قلم

مفتی محمد عامر کانپوری عفی عنہ

استاذ جامعہ محمودیہ اشرف العلوم اشرف آباد جاجمؤ، کانپور

داعی، مفکر اور منفرد اسلامی اہل زباں

حضرت مولانا ریاست علی ظفرؔ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

استاذ حدیث، فقہ وادب ام المدارس دار العلوم دیوبند

۹/ مارچ ۱۹۶۰ء................۲۳/ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ ۲۰/ مئی ۲۰۱۷ء

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تمہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

میرے مشفق و مربی، استاذ عالی مرتبت، مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا ریاست علی بجنوری جنہیں اب بادل ناخواستہ رحمۃ اللہ علیہ لکھنے پر مجبور ہے، ان کی وفات کی خبر جان کاہ نے قلب وجگر کو ہلا کر، عقل وخرد کو بجھا کر رکھ دیا۔ آج کئی ماہ وسال گزر گئے، لیکن کچھ لکھ نہ سکا، کثرت مشاغل نے مرادامن نہ چھوڑا؛ لیکن لکھنا بھی ضروری تھا؛ کیونکہ دار العلوم اور حضرت سے وابستگی کے بعد سے ان کی یادیں رہ رہ کر تڑپاتی وترساتی ہیں۔ یاد کے الم میں آنکھیں اشکبار رہتی ہیں؛ اس لیے یہ سطریں لکھنے بیٹھا ہوں۔ اور یہ تنہا میرا حال نہیں، حضرت والا کی جدائی سے دار العلوم کے طلبہ واساتذہ اور متعلقین بالخصوص آپ کے فیض یافتہ اساتذہ وطلبہ میں اب تک صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے، شاید ہی کسی اور کی جدائی پر قلب اتنا مضطرب ہوا ہو اور آنکھوں نے اتنے آنسو بہائے ہوں اور ہر طرف علم

وادب کا سناٹا چھایا ہوا ہو۔

آنکھوں میں بس کے دل میں سما کر چلے گئے
خوابیدہ زندگی تھی، جگا کر چلے گئے

اوصاف حمیدہ: حضرت مولانا محض ایک عالم دین ہی نہ تھے، کہ جسے صرف کتاب وسنت کا گہرا اور وسیع علم ہو، تعلیم وتربیت میں یدطولیٰ حاصل ہو، اور صلاح وتقویٰ، زہد وامانت، اخلاص ہو پاک نفسی سے حصہ وافر پایا ہوا ور بس، وہ یہ سب کچھ تو تھے ہی؛ لیکن اور بھی بہت کچھ تھے۔

مولانا موصوف نے طالب علمی کے زمانہ سے ہی ایک مسافر کی سی زندگی گزاری، سادگی اور کفایت شعاری، ان کی زندگی میں اس طرح رچ بس گئی تھی کہ جیسے گلاب میں خوشبو اور تاروں میں روشنی۔

حضرت مولانا مردم گر اور عہد ساز شخص تھے، دارالعلوم دیوبند کے مسلک ومشرب، اس کی پاکیزہ روایات کے امین اور اور سلف وخلف کے بہترین پاسباں وجانشین تھے، علم وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، طبیعت میں سادگی، کمالِ تواضع، خردنوازی اور جذبۂ شفقت نے آپ کو غیر معمولی ہردل عزیزی وقلب نوازی اور محبوبیت ومرجعیت عطا کردی تھی۔ دارالعلوم سے محبت آپ کی رگ وریشے میں سرایت کی ہوئی تھی، اس کی تعمیر وترقی، خیر وفلاح، بقاء ودوام کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں، کوششیں اور توانائیاں تن، من دھن کے ساتھ وقف کررکھی تھیں۔

علمی کمال: آپ ایک جید، باکمال، لاتعداد ہنر کے مالک، بے شمار خصلتوں، مرقعہ، خشیت الٰہی میں ڈوبے ہوئے ایک عالم تھے۔ علم وفکر آفتاب وماہتاب، زبان وادب سے آراستہ وپیراستہ تھے، ان کی علمی لیاقت واخلاص کا بین ثبوت

ہے ان کا مشہور درالعلوم کی شان میں ادبی، ثقافتی شیریں، دل نوازی، حسن انتخابی ترانہ (علم وادب کا گہوارہ) ہے، جو ہر شخص کی، ہر محل میں زبان زد رہتا ہے، اس کا ہر ہر لفظ شیریں سے لبریز ہے، اس کا ہر جملہ وساختیات ان کی عظمت ورفعت، ان کی علمی لیاقت اور دارالعلوم سے والہانہ محبت کی گواہی دیتا ہے، اس کا ہر ہر لفظ حقیقت پر مبنی اور اس کا ترجمان، حسن آرائی کا سنگم اور بحر بے کراں ہے۔

ان کی ایک کتاب ''شوریٰ کی شرعی حیثیت'' ہے، جو اس موضوع پر پہلی تصنیف اور بے مثال کتاب ہے، اس میں شوریٰ کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، کسی تنظیم، تحریک اور ادارے کو چلانے کے لئے اور ان کو بام عروج پر پہنچانے کے لئے نظم ونسق، اصول وضوابط کا ایک حسین گلدستہ تیار کیا ہے، جس کی افادیت واہمیت کسی پر بھی مخفی نہیں۔

دوسری کتاب ''ایضاح البخاری'' شرح صحیح البخاری ہے، اس کی تحقیق اور خوبصورت زبان وانداز سے ہر کوئی مستفیض تھا، آپ کے اردو ادب میں بلند ذوق ہونے کی شہادت دیتی ہے، جس میں آپ کی ذاتی محنت ولگن، کثرت مطالعہ کے ساتھ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کی تقریر، صحبت وتوجہ کا بھی وافر حصہ ہے۔ تیسری کتاب نغمۂ سحر ہے جو حضرتؒ کی غزلوں، نظموں، قطعات، رباعیات اور مراثی کا دل آویز مجموعہ ہے۔ یہ کتاب اپنی گوناگوں خوبیوں اور خصوصیات کی بنا پر عصر حاضر کے ادب میں وسیع ترین اضافہ ہے۔

ولادت باسعادت: حضرت موصوفؒ کا نام ریاست علی، تخلص ظفرؔ تھا، اور والد گرامی کا نام منشی علی اور آپؒ کی پیدائش محلہ حکیم سرائے علی گڑھ تھا۔ ۹/ مارچ ۱۹۴۰ میں پیدا ہوئے۔

دارالعلوم سے وابستگی: ۱۹۵۱ء تک پرائمری چہارم اور علی گڑھ سے ادیب کامل کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ

حدیث سے فراغت حاصل کی اور۱۹۷۲ء میں اللہ کے فضل وکرم سے دارالعلوم دیوبند میں بہ حیثیت استاذ مقرر ہوئے۔

ذھانت: حضرتؒ کی ذہانت کا عالم یہ تھا کہ دور سے آنے والے شخص کے چہرے سے جان جاتے تھے کہ یہ کیا کہے گا، اس کے بولنے سے پہلے جواب تیار کر لیتے تھے، یہ حاضر جوابی، ذکاوت وذہانت مبدأ فیض سے ملا تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک جلسہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ شریک تھے، نظامت کے فرائض مفتی سلمان صاحب منصور پوری انجام دے رہے تھے، اس جلسہ میں کسی صاحب کا بیان ہورہا تھا، اس میں انہوں نے ایک غیر مستند واقعہ نقل کردیا، ان کے بیان کے بعد مفتی سلمان صاحب نے نظامت میں غیر مستند روایت کی تصحیح کردی، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نمبر آیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر پہنچ کر سب سے پہلا جملہ جو نقل فرمایا ہے وہ یہ ہے: "میرے لیے ایسی جگہ بولنا بڑا مشکل ہے، جہاں لگے ہاتھ تصحیح کا کام انجام دیا جارہا ہو" مفتی سلمان کا بیان ہے کہ یہ جملہ سن کر میں شرمندہ اور پانی پانی ہوگیا بعد میں میں نے حضرتؒ سے معافی مانگی۔

سفر کا ایک عجیب واقعہ: حضرتؒ اسفار سے گریز کرتے تھے۔ خاص ضرورت کے بناء پر ہی سفر طے کرتے تھے، ایک دفع چند خاص محبین نے باصرار برطانیہ آنے کی دعوت دی اور سارے انتظامات مکمل کرلیے، آپؒ مقررہ وقت پر دہلی ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ ایمیگریشن کا مرحلہ آیا تو وہاں تعینات افسر نے آپ سے معمولی سوال کیا: آپ برطانیہ کیوں جارہے ہیں؟ آپؒ نے نہایت سادگی اور کمال بے نیازی سے بغیر کسی تردد کے جواب عنایت فرمایا: جناب میں جانا ہی کب چاہتا ہوں، دوستوں کے اصرار کی وجہ سے مجبور ہوں،

آپ ہی کوئی ایسا نشان لگادیں کہ مجھے بھی ایک عذر ہاتھ لگ جائے اور میں جانے سے بچ جاؤں، آپؒ کے اس جواب پر افسر دنگ رہ گیا، لوگ آرزو وتمنا کرتے ہیں بیرون ملک کے اسفار کے لئے اور یہ بلاوے پر بھی انکار کر رہے ہیں۔ افسر نے چہرہ بغور دیکھنے کے بعد کہا: نہیں مولانا: میں آپ کو واپس نہیں کروں گا، آپ کو برطانیہ ضرور جانا ہے۔

مسافر اپنی منزل پر پہنچ کر چین پاتے ہیں
وہ موجیں سر پٹکتی ہیں جنہیں ساحل نہیں ملتا

ترانہ کی خصوصیت: اس ترانہ میں دارالعلوم کی خصوصیات بھی ہیں، اکابر دارالعلوم کا ان کے امتیازی رنگ کے ساتھ تذکرہ بھی ہے، تاریخی واقعات کی طرف اشارے بھی ہیں؛ لیکن ان تمام مضامین کے بیان میں شعری اصطلاحات اور تغزل کے تحفظ کا ثبوت جو حضرتؒ نے پیش کیا ہے وہ ان کی انفرادیت کی واضح علامت ہے۔

مثلاً: مبشرات دارالعلوم میں یہ ہے کہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نودرے کی تعمیر کی جگہ نشانات لگائے، جو صبح کو دیکھے بھی گئے ، یہ واقعہ جب شعروسخن کی اصطلاح میں بیان ہوا، تو تغزل کی منہ بولتی تصویر بن گیا۔

خود ساقیِ کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں
تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی روداد یہاں

یا مثلاً: علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کے تذکرے میں ان دونوں بزرگوں کی ہمہ جہت شخصیت کا تذکرہ بایں اسلوب ہوا ہے، جس میں ایک دوسرے استفادہ بھی واضح ہو رہا ہے:

رومؔی کی غزل رازؔی کی نظر، غزاؔلی کی تلقین یہاں
روشن ہے جمالِ انوؔر سے ، پیمانۂ فخر الدیؔن یہاں

ترانے کی ایسی بہت سی خصوصیات ہیں ، جو اپنے اندر ایک جامعیت، انفرادیت یکتائے گہر رکھتی ہے۔

آخری لمحہ: راقم کا تکمیل افتاء کا سال تھا، وہ بھی مکمل ہو چکا تھا، جدائیگی کا وقت قریب آ چکا تھا، دار العلوم سے رحلت کا وقت آ چکا تھا، صرف حضرت کا دیدار باقی تھا۔ حسب معمول عصر کے بعد راقم آخری ملاقات کیلئے گھر گیا نہ جانے پھر ملاقات ہو سکے گی یا نہیں اور وہاں دیگر طلبہ بھی موجود تھے، سب باری باری مصافحہ کے بعد رخصت ہو رہے تھے، میرا نمبر بھی آیا تو میں بھی مصافحہ کے بعد جانے لگا تو حضرتؒ نے آواز دی عامر! چائے تیار ہے وقت میں گنجائش ہو تو چائے پیتے جائیں! اس آواز نے آنکھوں کو اشکبار اور دل کو رنجیدہ و مغموم کر دیا، قدموں کو ڈگمگا دیا، نہ چاہ کی بھی ان کی صداء پر لبیک کہنا پڑا، کیا پتا تھا کہ حضرت کے ساتھ یہ آخری ملاقات ہے۔

آباد مجھ میں تیرے سوا اور کون ہے؟
تجھ سے بچھڑ رہا ہوں تجھے کھو نہیں رہا

وفات: اب وہ وقت آ چکا تھا، جو سب کے لئے آیا ہے اس سے کسی کو بھی مفر نہیں؛ کیوں کہ موت ایک ایسی حقیقت ہے، جس پر سب مذاہب کا اتفاق ہے، اختلاف کسی کا نہیں؛ لیکن با کمال شخصیات کا اس دنیا سے چلے جانا باقی رہنے والوں کے لئے غم واندوہ اور آزمائش کا سبب ہوا کرتا ہے۔ گزشتہ چند مہینوں میں اس راہ پر مستعدد اہم شخصیات کی جدائی کے غم کے پہاڑ ٹوٹے ہیں، جن میں

(حضرت مولانا عبدالحق اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، متوفی ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۶ء) حضرت مولانا کفیل احمدی علویؒ، ناظم شیخ الہند اکیڈمی، متوفی ۱۲؍مارچ ؍ ۲۰۱۷ء (حضرت مولانا ازہر رانچی رکن مجلس شوریٰ ، ۱۳؍مئی ۲۰۱۷ء) (حضرت مولانا قاری سید فخرالدین صاحبؒ ناظم شعبۂ تنظیم وترقی ،متولی ۱۶؍مئی ۲۰۱۷ء) ابھی انہی غموں سے دارالعلوم اشک بار تھا کہ ۲۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰؍مئی ۲۰۱۷ء) کی صبح حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ رب حقیقی سے جا ملے۔(اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ) اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو غریق رحمت کرے، اور ہم سب کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔آج ہر جگہ ان کی رحلت کے غم کا چرچہ ہے، آخر کیوں نہ ہو کہ علم وہدایت وشفقت کا بادل جوارِ رحمت میں جا کر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

”ہر بوند ہے جس کی امرت جل، یہ بادل ایسا بادل ہے“